فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۶۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): مراسیل صحابہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): مرسل صحابی سے مراد یہ ہے کہ صحابی رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہوئے کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جبکہ اس نے براہِ راست وہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے نہ سنی ہو، بلکہ کسی دوسرے صحابی کے واسطہ سے سنی ہو، مگر وہ واسطہ ذکر نہ کرے۔

صحابہ کی مراسیل حجت ہیں۔

❀ حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ كَانَ مِنْ مَرَاسِيلِ الصَّحَابَةِ قُبِلَ وَوَجَبَ الْعَمَلُ بِهٖ لِأَنَّ الصَّحَابَةَ مَقْطُوعٌ بِعَدَالَتِهِمْ فَإِرْسَالُ بَعْضِهِمْ عَنْ بَعْضٍ صَحِيحٌ.

''مراسیل صحابہ قبول ہیں، ان پر عمل واجب ہے، کیونکہ صحابہ کی عدالت قطعی ہے، لہٰذا ان کا آپس میں ارسال کرنا صحیح ہے۔''

(الفقیہ والمتّفقہ :291/1)

❀ علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:

شَذَّ قَوْمٌ فَقَالُوا : لَا يُقْبَلُ مُرْسَلُ الصَّحَابِيِّ إِلَّا إِذَا عُرِفَ بِصَرِيحِ خَبَرِهٖ، أَوْ بِعَادَتِهٖ أَنَّهٗ لَا يَرْوِي إِلَّا عَنْ صَحَابِيٍّ، وَإِلَّا

فَلَا، لِأَنَّهٗ قَدْ يَرْوِي عَمَّنْ لَمْ تَثْبُتْ لَنَا صُحْبَتُهٗ.

وَهٰذَا لَيْسَ بِصَحِيحٍ، فَإِنَّ الْأُمَّةَ اتَّفَقَتْ عَلٰى قُبُولِ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَنُظَرَائِهٖ مِنْ أَصَاغِرِ الصَّحَابَةِ مَعْ إِكْثَارِهِمْ، وَأَكْثَرُ رِوَايَتِهِمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَاسِيلُ.

''ایک گروہ کا شاذ قول ہے کہ صحابی کی مرسل قبول نہیں، الا کہ وہ واضح خبر دے یا اس کی عادت ہو کہ وہ ہمیشہ صحابی سے ہی روایت کرتا ہے، ورنہ صحابی کی مرسل حجت نہ ہوگی، کیونکہ صحابی کبھی غیر صحابی سے بھی روایت کر لیتا ہے۔

جبکہ یہ بات درست نہیں، کیونکہ امت کا اتفاق ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ان جیسے بکثرت روایات بیان کرنے والے صغار صحابہ کی (مرسل) روایات قبول ہیں، جبکہ ان کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر روایات مرسل ہوتی ہیں۔''

(روضة النّاظر :1/364)

❁ حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ (٦٤٣ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ ذٰلِكَ فِي حُكْمِ الْمَوْصُولِ الْمُسْنَدِ، لِأَنَّ رِوَايَتَهُمْ عَنِ الصَّحَابَةِ، وَالْجَهَالَةَ بِالصَّحَابِيِّ غَيْرُ قَادِحَةٍ، لِأَنَّ الصَّحَابَةَ كُلَّهُمْ عُدُولٌ.

''صحابی کی مرسل موصول متصل کے حکم میں ہے، کیونکہ صحابہ کی روایات صحابہ سے ہی ہوتی ہیں اور صحابی کا نامعلوم ہونا روایت میں باعث قدح نہیں، کیونکہ

تمام صحابہ کرام عادل ہیں۔‘‘

(مقدمة ابن الصّلاح، ص 56)

❁ علامہ ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ (۶۵۶ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الصَّحَابَةُ فَلَا فَرْقَ بَيْنَ إِسْنَادِهِمْ وَإِرْسَالِهِمْ؛ إِذِ الْكُلُّ عُدُولٌ عَلٰى مَذْهَبِ أَهْلِ الْحَقِّ.

’’صحابہ کے مسند بیان کرنے اور مرسل بیان کرنے میں کوئی فرق نہیں، کیونکہ اہل حق کے مذہب میں تمام صحابہ عادل ہیں۔‘‘

(المُفهِم لما أُشْكِل من تلخيص كتاب مسلم: 122/1)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ مُرْسَلَ الصَّحَابِيِّ حُجَّةٌ عِنْدَ جَمِيعِ الْعُلَمَاءِ.

’’تمام اہل علم کے نزدیک مرسل صحابی حجت ہے۔‘‘

(شرح صحيح مسلم: 197/2)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ اتَّفَقَتْ الْأُمَّة عَلٰى قَبُولِ رِوَايَة ابْنِ عَبَّاسٍ وَنُظَرَائِهِ مِنَ الصَّحَابَةِ مَعَ أَنَّ عَامَّتَهَا مُرْسَلَةٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُنَازِع فِي ذٰلِكَ اثْنَانِ مِنَ السَّلَف وَأَهْلِ الْحَدِيثِ وَالْفُقَهَاءِ.

’’ساری کی ساری امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ان جیسے صحابہ کی روایات قبول ہیں، باوجود اس کے کہ ان میں سے اکثر روایات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسل ہیں، اس میں اسلاف اُمت، محدثین اور فقہا میں سے

دو انسانوں کا بھی اختلاف نہیں۔''

(تهذيب السّنن : 71/2)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ الَّذِي عَلَيْهِ عَمَلُ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ .

''مرسل صحابی کو حجت ماننے پر ائمہ حدیث کا عمل ہے۔''

(النّكت على كتاب ابن الصّلاح : 548/2)

تنبیہ:

جو لوگ مرسل صحابی کو حجت نہیں مانتے، وہ دلیل دیتے ہیں کہ مرسل صحابی میں احتمال ہوتا ہے کہ صحابی نے کسی ضعیف تابعی سے سنا ہو، صحابی سے نہ سنا ہو۔ مگر یہ احتمال درست نہیں، کیونکہ ایسا تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلِانْفِصَالُ عَنْ ذٰلِكَ أَنْ يُقَالَ : قَوْلُ الصَّحَابِيِّ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَاهِرٌ فِي أَنَّهٗ سَمِعَهٗ مِنْهُ أَوْ مِنْ صَحَابِيٍّ آخَرَ، فَالِاحْتِمَالُ أَنْ يَكُونَ سَمِعَهٗ مِنْ تَابِعِيٍّ ضَعِيفٍ نَادِرًا جِدًّا لَا يُؤَثِّرُ فِي الظَّاهِرِ، بَلْ حَيْثُ رَوَوْا عَنْ مَنْ هٰذَا سَبِيلُهٗ بَيَّنُوهُ وَأَوْضَحُوهُ .

''اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ صحابی کا یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اس کا ظاہر معنی یہی ہے کہ یا تو اس نے براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے سنا

ہے، یا کسی دوسرے صحابی کے واسطہ سے سنا ہے۔ ایسا احتمال نہ ہونے کے برابر ہے کہ صحابی نے کسی ضعیف تابعی سے سنا ہو، یہ احتمال ظاہر بات کو کمزور نہیں کرسکتا، بلکہ جہاں کوئی ایسی صورت ہو (یعنی صحابہ تابعی سے بیان کریں، تو) وہاں صحابہ نے وضاحت اور صراحت کردی ہے۔''

(النّكت على كتاب ابن الصّلاح : 570/2، فتح الباري : 289/10)

تنبیہ:

صحابہ کرام کو اصطلاحی مدلس کہنا درست نہیں، کیونکہ تدلیس میں یہ احتمال ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ مدلس نے ضعیف راوی یا مدلس راوی سے تدلیس کی ہو، جس کی وجہ سے اس کا عنعنہ ضعیف ہوتا ہے، جبکہ صحابہ کے متعلق یہ اندیشہ نہیں رہتا۔ لہٰذا اگر کوئی صحابی رسول اللہ ﷺ سے وہ روایت کرے، جو اس نے براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنی، بلکہ کسی صحابی کے واسطہ سے سنی ہے، تو اگر چہ یہ صورت تدلیس والی ہے، مگر اس پر وہ حکم نہیں لگے گا، جو عام مدلسین کی معنعن روایات پر لگتا ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تَدْلِيْسُ الصَّحَابَةِ كَثِيْرٌ، وَلَا عَيْبَ فِيْهِ، فَإِنَّ تَدْلِيْسَهُمْ عَنْ صَاحِبٍ أَكْبَرَ مِنْهُمْ، وَالصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ.

''صحابہ کی تدلیس بہت زیادہ ہے، یہ عیب وجرح نہیں ہے، کیونکہ صحابہ کی تدلیس اپنے سے بڑے صحابہ سے ہوتی ہے اور صحابہ سب کے سب عادل ہیں۔''

(سِيَرُ أعلام النّبلاء : 608/2)

❁ امام شعبہ رحمہ اللہ سے منسوب ہے:

أَبُو هُرَيْرَةَ كَانَ يُدَلِّسُ .

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تدلیس کرتے تھے۔''

(الكامل لابن عدي :151/1، تاريخ ابن عساكر : 359/67)

اس قول کی سند جھوٹی ہے۔حسن بن عثمان تستری ''متروک وکذاب'' ہے۔۔

تنبیہ:

صغار صحابہ کی مراسیل بھی حجت ہیں۔البتہ وہ صغیر صحابی، جس نے سن تمیز سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو، سماع نہ کیا ہو، تو اس کی مرسل حجت نہیں ہوگی، کیونکہ اس طرح کے صحابہ اکثر تابعین سے روایت کرتے ہیں۔

❀ علامہ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

حُكْمُ رِوَايَتِهٖ حُكْمُ الْمُرْسَلِ لَا الْمَوْصُولِ، وَلَا يَجِيءُ فِيهِ مَا قِيلَ فِي مَرَاسِيلِ الصَّحَابَةِ، لِأَنَّ أَكْثَرَ رِوَايَةِ هٰذَا أَوْ شِبْهِهٖ عَنِ التَّابِعِينَ بِخِلَافِ الصَّحَابِيِّ الَّذِي أَدْرَكَ وَسَمِعَ، فَإِنَّ احْتِمَالَ رِوَايَتِهٖ عَنِ التَّابِعِينَ بَعِيدٌ جِدًّا .

''ایسے (رویۃً) صحابی کی مرسل روایت کا حکم (غیر صحابی کی) مرسل والا ہی ہوتا ہے، نہ کہ موصول والا۔اس میں وہ بات نہیں کہی جاسکتی، جو مراسیل صحابہ میں کہی جاتی ہے، کیونکہ اس طرح کے صحابہ کی اکثر روایات تابعین سے ہوتی ہیں، برخلاف اس صحابی کے، جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ سے سماع بھی کیا، کیونکہ ایسے صحابی کا تابعین سے روایت کرنا بہت بعید ہے۔''

(تدريب الرّاوي :220/1)

(سوال): عورت کی امامت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): فرائض اور نوافل میں عورت عورتوں کی جماعت کراسکتی ہے، صف کے درمیان میں کھڑی ہوگی۔

❀ ریطہ حنفیہ رحمہا اللہ بیان کرتی ہیں:

أَمَّتْنَا عَائِشَةُ فَقَامَتْ بَيْنَهُنَّ فِى الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ .

''ہمیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے صف کے درمیان کھڑے ہوکر فرض نماز کی امامت کرائی۔''

(سنن الدّارقطني : ١٥٠٧، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(خلاصة الأحكام : ٢/٦٨٠)

امام احمد بن حنبل، امام شافعی، امام اسحاق بن راہویہ اور حافظ ابن حزم وغیرہم رحمہم اللہ عورت کی امامت کے جواز کے قائل ہیں۔

❀ مولانا عبدالحئی لکھنوی حنفی (١٣٠٤ھ) لکھتے ہیں:

لَا يَخْفٰى ضَعْفُهٗ، بَلْ ضَعْفُ جَمِيعِ مَا وَجَّهُوا بِهِ الْكَرَاهِيَةَ، كَمَا حَقَّقْنَاهُ فِي تُحْفَةِ النُّبَلَاءِ، أَلَّفْنَاهَا فِي مَسْئَلَةِ جَمَاعَةِ النِّسَاءِ، وَذَكَرْنَا هُنَاكَ أَنَّ الْحَقَّ عَدْمُ الْكَرَاهَةِ .

''یہ وجہ کہ عورت صف کے درمیان کھڑی ہوکر ممنوع کا ارتکاب کرے گی، اس کا ضعف مخفی نہیں، بلکہ ان تمام کی تمام وجوہ کا ضعیف ہونا مخفی نہیں، جو عورت کی امامت کے مکروہ ہونے کے حوالے سے بیان کی جاتی ہیں، جیسا کہ ہم نے ''تحفۃ النبلاء'' میں اس کی تحقیق بیان کردی ہے۔ ہم نے یہ رسالہ عورتوں کی

جماعت کے مسئلہ میں لکھا ہے۔ ہم نے اس میں ذکر کیا ہے کہ حق یہ ہے کہ عورت کی امامت مکروہ نہیں ہے۔'' (عُمدة الرِّعاية : ١٥٢/١)

تنبیہ:

❁ **اُم ورقہ انصاریہ** رضی اللہ عنہا سے **منسوب ہے** :

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ : انْطَلِقُوا بِنَا إِلَى الشَّهِيدَةِ فَنَزُورُهَا وَأَمَرَ أَنْ يُؤَذَّنَ لَهَا وَتُقَامَ، وَتَؤُمَّ أَهْلَ دَارِهَا فِي الْفَرَائِضِ .

''رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے، آپ ہمارے ساتھ ''شہیدہ'' کی طرف چلیں، ہم ان کی زیارت کریں۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ان کے لیے اذان کہی جائے، اقامت کہی جائے اور وہ فرض نمازوں میں اپنے گھر والوں کی امامت کریں۔'' (مسند الإمام أحمد : ٤٠٥/٦، سنن أبي داوٗد : ٥٩٢)

اسے امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (١٦٧٦) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (٣٣٣) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

تبصرہ: سند ضعیف ہے۔

① لیلیٰ بنت مالک اور عبدالرحمٰن بن خلاد دونوں مجہول ہیں۔

② عبدالرحمٰن بن خلاد اور لیلیٰ بنت مالک کا ام ورقہ رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں۔

③ بعض روایات میں عبدالرحمٰن بن خلاد اور لیلیٰ دونوں اپنے اپنے باپ کا واسطہ ذکر کرتے ہیں، دونوں کے باپ نامعلوم ہیں۔ جہاں باپ کا واسطہ نہیں، وہاں سماع کی تصریح

بھی نہیں کی۔ یہ المزید فی متصل الاسانید کی قبیل سے ہے۔ نیز اس روایت کی سندوں میں شدید اضطراب واختلاف ہے۔

الحاصل:

عورت، عورتوں کی امام بن سکتی ہے، یہی حق ہے۔ کراہت کے قائلین کا قول بے دلیل ہونے کی وجہ سے نا قابل التفات ہے۔

سوال: صدقہ میں بکرا ذبح کرنا کیسا ہے؟

جواب: صدقہ میں بکرا ذبح کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس کے پیش نظر عقیدہ کی خرابی نہ ہو کہ کالا بکرا یا کالا مرغ ذبح کرنے سے فلاں کام ہو جاتا ہے۔ یا صرف بکرا ہی ذبح کرنا ہے، اس کے متبادل کوئی چیز صدقہ میں نہیں دینی، کیونکہ خون بہانا ضروری ہوتا ہے، اس سے فلاں کام ہو جائے گا، وغیرہ۔

❁ سیدنا نبیشہ بن عبداللہ ہذلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نَادٰی رَجُلٌ وَهُوَ بِمِنًى فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّا كُنَّا نَعْتِرُ عَتِيرَةً فِي الْجَاهِلِيَّةِ فِي رَجَبٍ، فَمَا تَأْمُرُنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ : اذْبَحُوا فِي أَيِّ شَهْرٍ مَا كَانَ، وَبَرُّوا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَأَطْعِمُوا، قَالَ : إِنَّا كُنَّا نُفْرِعُ فَرَعًا فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ : فِي كُلِّ سَائِمَةٍ فَرَعٌ تَغْذُوهُ مَاشِيَتُكَ، حَتّٰى إِذَا اسْتَحْمَلَ ذَبَحْتَهٗ وَتَصَدَّقْتَ بِلَحْمِهٖ .

”منی میں ایک شخص نے آواز دی: اللہ کے رسول! زمانہ جاہلیت میں ہم ماہِ

رجب میں جانور ذبح کرتے تھے، آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں؟ فرمایا: جانور کسی بھی مہینے میں ذبح کریں، اللہ کی خوشنودی کی نیت کریں اور لوگوں کو کھلائیں۔ اس شخص نے پھر عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم اپنے جانوروں کا پہلا بچہ (بتوں کے نام پر) ذبح کرتے تھے، آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں؟ فرمایا: مویشیوں میں چھوٹا جانور، جو اپنی ماں کا دودھ پیتا ہے، وہ (بڑا ہو کر) سواری کے قابل ہو جائے، تو اسے ذبح کریں اور اس کا گوشت صدقہ کر دیں۔''

(سنن أبي داود : 2830، سنن النسائي : 4229، واللفظ لهٗ، سنن ابن ماجه : 3167، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (۴/۲۳۵) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ **امام ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

حَدِيثُ نُبَيْشَةَ ثَابِتٌ .

''سیدنا نبیشہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ثابت ہے۔''

(الاعتبار للحازمي، ص 159)

❁ **سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:**

نَذَرَ رَجُلٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : هَلْ كَانَ فِيهَا وَثَنٌ مِّنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ؟ قَالُوا :

لَا، قَالَ : هَلْ كَانَ فِيهَا عِيدٌ مِّنْ أَعْيَادِهِمْ؟، قَالُوا : لَا، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَوْفِ بِنَذْرِكَ، فَإِنَّهٗ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ .

''رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک شخص نے ''بوانہ'' نامی مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی۔ وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا : میں نے ''بوانہ'' نامی مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مان لی ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا اس جگہ جاہلیت کا کوئی استھان تھا، جس کی عبادت کی جاتی ہو؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: نہیں۔ فرمایا : کیا اس جگہ اہل جاہلیت کا کوئی میلہ لگتا تھا؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: اپنی نذر پوری کرلیں۔ اللہ کی نافرمانی میں کوئی نذر پوری کرنا جائز نہیں۔''

(سنن أبي داوٗد : 3313، المعجم الكبير للطّبراني : 2/75-76، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا کردم بن سفیان ثقفی رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ بیان کئے ہیں:

هَلْ بِهَا وَثَنٌ أَوْ عِيدٌ مِّنْ أَعْيَادِ الْجَاهِلِيَّةِ؟ .

''کیا اس جگہ کوئی بت یا کوئی جاہلی میلہ تھا؟''

(سنن أبي داوٗد : 3315، وسندهٗ حسنٌ)

❁ ایک صحابیہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَذْبَحَ بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا، مَكَانٌ كَانَ يَذْبَحُ فِيهِ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ، قَالَ : لِصَنَمٍ؟، قَالَتْ : لَا، قَالَ : لِوَثَنٍ؟، قَالَتْ : لَا، قَالَ : أَوْفِي بِنَذْرِكِ .

''میں نے فلاں جگہ پر جانور ذبح کرنے کی نذر مانی ہے۔اس جگہ اہل جاہلیت جانور ذبح کرتے تھے۔آپ ﷺ نے پوچھا: وہ کسی بت کے لیے ذبح کرتے تھے؟ عرض کیا: نہیں۔فرمایا: کسی مُورتی کے لیے ذبح کرتے تھے؟ عرض کیا: نہیں۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی نذر پوری کرلیں۔''

(سنن أبي داوٗد : 3312، وسندہٗ حسنٌ)

یہ احادیث دلیل ہیں کہ قربانی، عقیقہ کے علاوہ بھی اللہ کے رستے میں جانور ذبح کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ اس کے پیچھے باطل نظریات نہ ہوں۔قبروں، مزاروں، بزرگوں کے عرس، میلوں میں یا کسی جگہ کو مبارک یا متبرک سمجھ کر وہاں جانور ذبح کرنا ناجائز وحرام ہے۔

سوال: کیا داڑھی چھوٹی ہونی چاہیے؟

جواب: داڑھی رسول اللہ ﷺ کی پیاری سنت ہے، آپ ﷺ کا سینہ مبارک داڑھی سے بھرا ہوا تھا، اس میں مردانہ وجاہت، وقار اور احترام کو سمو دیا گیا ہے، لیکن کچھ لوگ اس سنت کے ساتھ کھلواڑ کرنے کے درپے ہیں، ان کی کوشش اور کاوش رہتی ہے کہ کسی طرح مسلمان معاشروں سے آقائے کریم کی یہ نرالی ادا ختم کردی جائے، اس مقصد کی بار آوری کے لئے جہاں اور بہت سارے ہتھکنڈے اختیار کئے جاتے ہیں، داڑھی کے باب میں موضوع روایات سے بھی سہارا لیا جاتا ہے، ذیل میں چند ایک ایسی ہی روایات کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مِنْ سَعَادَةِ الْمَرْءِ خِفَّةُ لِحْيَتِهٖ .

''ہلکی داڑھی انسانی سعادت کی علامت ہے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 211/12، الكامل لابن عدي : 2624/7)

یہ جھوٹی سند ہے، سکین بن ابی سراج جسے سکین بن یزید ابوقبیصہ بھی کہتے ہیں، ضعیف الحدیث ہے۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَرْوِي الْمَوْضُوعَاتِ عَنِ الْأَثْبَاتِ .

''ثقہ راویوں سے منسوب موضوع (من گھڑت) روایات بیان کیا کرتا تھا۔''

(كتاب المجروحين :360/1)

امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یوسف بن غرق، سکین بن ابی سراج اور مغیرہ بن سوید، یہ تمام کے تمام متروک الحدیث ہیں۔''

(تعليقات الدّارقطني على المجروحين لابن حبّان، ص 127)

خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سُكَيْنٌ مَجْهُولٌ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ وَالْمُغِيرَةُ بْنُ سُوَيْدٍ أَيْضًا مَجْهُولٌ وَلَا يَصِحُّ هٰذَا الْحَدِيثُ وَيُوسُفُ بْنُ الْغَرِقِ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ .

''سکین مجہول اور منکر الحدیث ہے، مغیرہ بن سوید بھی مجہول ہے، یوسف بن غرق منکر الحدیث ہے، یہ حدیث غیر ثابت ہے۔''

(تاريخ بغداد : 426/16)

اس روایت کی ایک اور سند ہے، وہ بھی کئی وجوہ سے غیر ثابت ہے۔

① سوید بن سعید کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

صَدُوقٌ فِي نَفْسِهِ اِلَّا أَنَّهٗ عَمِيَ فَصَارَ يَتَلَقَّنُ مَا لَيْسَ مِنْ حَدِيثِهٖ.

''بذات خود تو صدوق تھا، لیکن یہ اندھا ہو گیا تھا، تو ان احادیث میں بھی تلقین قبول کرنے لگ گیا تھا، جو اس کی احادیث ہی نہ تھیں۔''

(تقریب التّهذیب: 2690)

② بقیہ بن ولید تدلیس تسویہ کا مرتکب ہے، لہٰذا سماع بالمسلسل درکار ہے!

③ بقیہ کے استاذ ابوالفضل کے بارے میں حافظ ابن الجوزی فرماتے ہیں:

''یہ بحر بن کنیز السقا ہے۔''

اگر یہ وہی ہے، تو ضعیف و متروک ہے۔

④ مکحول شامی کا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں ہے۔

❁ اس کی تیسری سند بھی جھوٹی ہے، اس کا راوی سلیمان بن عمرو ابوداود نخعی متروک کذاب دجال اور وضاع ہے۔

❁ یہ حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی بیان کی جاتی ہے، اس کی سند بھی جھوٹی ہے۔

① حسین بن مبارک کذاب اور وضاع ہے۔

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَ بِأَسَانِيدَ وَمُتُونٍ مُنْكَرَةٍ عَنْ أَهْلِ الشَّامِ.

''اہل شام سے منکر سندیں اور منکر متون بیان کیا کرتا تھا۔''

(الكامل في ضُعفاء الرّجال : 3/238)

② بقیہ بن ولید کا عنعنہ بھی ہے۔

اس کی سند کو امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ''منکر'' قرار دیا ہے۔

خلاصہ کلام:

① اس حدیث کے بارے میں امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مَوْضُوعٌ بَاطِلٌ .

''یہ حدیث موضوع (جھوٹی) اور باطل ہے۔''

(علل الحديث لابن أبي حاتم : 6/27)

② حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے **الموضوعات** میں ذکر کرنے کے بعد اسے غیر ثابت قرار دیا ہے۔

(الموضوعات : 1/166)

③ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا كِذْبٌ

''یہ جھوٹ ہے۔''

(ميزان الاعتدال : 1/548)

❀ سماک بن یزید رحمہ اللہ سے **منسوب** ہے:

كَانَ عَلِيٌّ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهٖ مِمَّا يَلِي وَجْهَهٗ .

''سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنی داڑھی کا وہ حصہ کاٹ دیتے تھے، جو چہرے سے ملا ہوا ہوتا تھا۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 561/8)

سند ضعیف ہے۔

① زمعہ بن صالح جمہور ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔

❀ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''اسے جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(تخريج أحاديث إحياء علوم الدّين : 3482)

② سماک بن یزید کی توثیق موجود نہیں۔

③ اس کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع کا ثبوت بھی نہیں مل سکا۔

❀ طاوس بن کیسان کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهٖ، وَلَا يُوجِبُهٗ .

''آپ رحمہ اللہ داڑھی کاٹ دیا کرتے تھے، اسے واجب نہیں سمجھتے تھے۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 562/8)

سند ضعیف ہے، ابو خالد احمر اور ابن جریج دونوں مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

❀ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

لَا بَأْسَ أَنْ يَأْخُذَ الرَّجُلُ مِنْ لِحْيَتِهٖ، مَا لَمْ يَتَشَبَّهُ بِأَهْلِ الشِّرْكِ .

''داڑھی اتنی مقدار میں کاٹی جا سکتی ہے کہ مشرکین سے مشابہت نہ ہو۔''

(كتاب الآثار لأبي يوسف، ص 235)

سند سخت ضعیف ہے۔

① حماد بن ابی سلیمان مختلط ہیں، ان سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بعد از اختلاط سنا ہے۔

② امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بالاتفاق ضعیف ہیں۔

③ قاضی ابو یوسف جمہور ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہیں۔

④ یوسف بن ابی یوسف کی توثیق نہیں مل سکی۔

سوال: کیا رؤیت ہلال میں اختلاف المطالع معتبر ہے؟

جواب: اختلاف مطالع کی صحیح صورت حال سمجھنے کے لئے چند مقدمات کا لحاظ ضروری ہے۔

۱۔ زمین سے چاند کا فاصلہ سورج کی نسبت کم ہے۔

۲۔ چاند کی روشنی سورج سے مستفاد ہے۔

❁ مشہور مقولہ ہے:

نُورُ الْقَمَرِ مُسْتَفَادٌ مِنْ نُورِ الشَّمْسِ .

''چاند کی روشنی سورج سے مستفاد ہے۔''

لہٰذا چاند کا وہی حصہ روشن ہوگا، جو سورج کے سامنے ہوگا، مہینے کی آخری تاریخوں مثلاً ۲۷، ۲۸ یا ۲۹ کو چاند نظر نہیں آتا، وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان دنوں چاند سورج کے قریب ہوتا ہے اور اس کا منور حصہ سورج کی اور غیر منور حصہ زمین کی جانب ہوتا ہے۔

۳۔ چاند روزانہ ایک منزل مشرق کی طرف سے سورج سے پیچھے ہٹتا ہے۔

۴۔ چاند تب نظر آتا ہے، جب سورج سے ایک منزل (۱۲ درجات سے کچھ زائد) بعید ہو۔

۵۔ مشرقی ممالک میں اگر چاند نظر آ جاتا ہے، تو مغربی ممالک میں یقیناً نظر آ جائے گا۔ عارضی مانع موجود ہو، تو ممکن ہے نظر نہ آئے، مثلاً گرد وغبار یا عرض بلد کا بُعد وغیرہ۔

اب ذرا تفصیل سے اس پر غور فرمایئے، زمین کی قدرتی ساخت ایسی ہے کہ مغربی ممالک میں چاند اور سورج مشرقی ممالک سے پہلے غروب ہو جاتے ہیں، لہٰذا مشرقی ممالک میں چاند جب سورج سے ایک منزل پیچھے ہٹے گا اور مشرقی ممالک میں نظر آئے گا، تو لازماً مغربی ممالک میں بھی نظر آ جائے گا، بلکہ مغربی ممالک کا چاند مشرقی ممالک سے زیادہ روشن اور واضح ہو گا، کیونکہ مغربی ممالک میں سورج ذرا تاخیر سے غروب ہو گا، اتنے میں چاند مزید سورج سے پیچھے ہٹ چکا ہو گا اور جتنا ایک منزل (۱۲ درجات) سے پیچھے ہٹتا جائے گا، رویت حتمی ہوتی جائے گی۔

البتہ مغربی ممالک میں چاند اگر نظر آ جاتا ہے، تو ضروری نہیں کہ مشرقی ممالک میں بھی نظر آئے، بلکہ بعض دفعہ ناممکن ہو جاتا ہے، خصوصاً ان ممالک میں جو مغربی ممالک سے ایک منزل (۱۲ درجات) کے فاصلے پر واقع ہیں، چاند کے لئے ممکن نہیں کہ وہ ایک منزل پیچھے ہٹ جائے اور ان مشرقی ممالک میں بھی نظر آ جائے، جو مقام رؤیت سے ایک منزل (۱۲ درجات) دور ہیں۔

مناسب ہے کہ رویت ہلال میں قرب وبعد کے لئے چاند کی ایک منزل (۱۲ درجات) ہی کو معیار تسلیم کیا جائے۔ یاد رہے کہ ہر دو درجات کے درمیان ۶۹ میل کا فاصلہ ہوتا ہے، اس لحاظ سے بارہ درجات کی مسافت ۸۲۸ میل کے لگ بھگ ہو گی۔

اب صورت حال مزید نکھر کر سامنے آ گئی ہے، مسافت مطلع کے واحد ہونے کا معیار چونکہ ۸۲۸ میل ہے، اس لئے ایک مغربی ملک میں اگر چاند نظر آ تا ہے، تو اس کے مشرق

میں ۸۲۸میل کے اندر اندر جتنے ملک آئیں گے،ان میں اس مغربی ملک کی رؤیت کا اعتبار ہوگا، جو اس مسافت سے زیادہ دور ہوں گے ان کا مطلع البتہ مختلف ہے۔

لیکن مشرقی ممالک میں اگر چاند نظر آجاتا ہے،تو وہ تمام مغربی ممالک کے لئے قابل اعتبار ہے، مطلع ایک ہو یا مختلف ۔۔۔۔۔۔کیوں کہ مشرق کا مطلع جتنا مختلف ہوگا، وہاں چاند اتنا ہی زیادہ روشن اور اونچا دکھائی دے گا۔

خط استواء سے شمالا جنوبا رہنے والوں کیلئے رؤیت کا معیار وہی ہوگا، جو خط استوا پر رہنے والوں کے لئے ہوگا، مثلا خط استواء پر طول بلد ۷۰ پر رہنے والوں کے لئے رویت کا جو حکم ہوگا وہی طول بلد ۷۰ سے شمالا جنوبا رہنے والوں کا حکم ہوگا، خواہ رہنے والے قطب شمالی اور قطب جنوبی کے قریب ہی کیوں نہ رہتے ہوں۔۔۔۔۔۔یہاں پر موسم سرما میں چاند کے نظر آنے کا امکان بھی کم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

(افادات از پیر محمد یعقوب قریشی نور اللہ مرقدہ)

اس مسئلہ میں مولانا عبد الرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف ''اسلام کا نظام فلکیات'' اور اہل حدیث، ہندی عالم مولانا ابوالعاص وحیدی کی کتاب مستطاب ''رؤیت ہلال اور اختلاف مطالع'' کا مطالعہ مفید رہے گا۔

سوال: بعض لوگ اتحاد امت کی بات کرتے ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: اتحاد امت صرف مسلک اہل السنہ پر استوار ہوسکتا ہے۔ جس طرح حق و باطل ایک دوسرے میں گڈ مڈ نہیں ہو سکتے، بعینہ اسی طرح حق کا باطل کے ساتھ اتحاد نہیں ہوسکتا۔ حق و باطل کی آپس میں جنگ ازل سے چلی آرہی ہے اور تا ابد چلتی رہے گی۔ اتحاد نام ہے سلف امت کے اصول وضوابط کے مطابق عقیدہ وعمل اپنانے کا۔ حقیقی اہل سنت دنیا

کے جس بھی کونے پر ہوں، وہ آپس میں متحد ہیں، وہ قوم قبیلے، حسب نسب کی بنا پر ایک دوسرے سے دشمنیاں نہیں پالتے، نہ وہ ایک دوسرے کو گمراہ اور ضال مضل کہتے ہیں۔

لیکن جب کوئی شخص اہل سنت کے عقیدے سے ہٹ کر نیا نظریہ اور عقیدہ اپناتا ہے، اس سے کسی قسم کا اتحاد ممکن نہیں ہے۔ اس سے اتحاد کرنیکا مطلب بدعت سے اتحاد کرنا ہے اور بسا اوقات کفر اور شرک سے اتحاد کرنا ہے۔ اسلام کفر، شرک اور بدعت کو مٹانے آیا تھا، سو اہل سنت بھی ان چیزوں کو مٹانے کی جدو جہد کرتے رہیں گے۔ کفر، شرک اور بدعت کے ساتھ اتحاد نہیں، بلکہ ان کے ساتھ جہاد کیا جائے گا۔ چاہے وہ جہاد ہاتھ کے ساتھ ہو، زبان کے ساتھ ہو یا دل کے ساتھ ہو۔

ہمارے ہاں اتحاد کا مفہوم بھی بدل کر رکھ دیا گیا ہے، ہم نے لبرل ازم کے نظریے کو اتحاد امت کا نام دے رکھا ہے۔ حالاں کہ لبرل ازم اور اسلام باہم متصادم ہیں۔

وحدت امت کی اصطلاح ایک نئی اصطلاح ہے، جس کے نام پر بیان حق سے منع کیا جاتا ہے، بلکہ عملی طور پر سمجھایا جاتا ہے کہ کسی بدعتی کو بدعتی نہ کہیں، کسی شرک کرنے والے کے شرک کا رد نہ کریں، صحابہ کی توہین کرنے والے کی عزت افزائی کریں اور ''عقیدۂ ولاء اور براء'' پر زد آتی ہے، تو آنے دیں، الحاد، ناصبیت و رافضیت اور انکار حدیث کو پروموٹ کیا جائے، تو چپ ہو جاؤ، وحدت امت پر زد پڑتی ہے۔

اس قسم کی اصطلاحات اور نظریات کو قبول کرنے کا سیدھا مطلب ہے کہ آپ اسلام کے عقیدہ الولاء والبراء سے انکار کر دیں، محدثین کو من حیث المجموع فرقہ پرست قرار دے دیں، ائمہ اسلام کو متشدد اور وحدت امت کا دشمن کہہ دیں، کیوں کہ انہوں نے کسی دور میں بھی بدعت سے صلح نہیں کی، نہ اہل بدعت سے راہ و رسم رکھے ہیں، انہوں نے کتابیں لکھی

ہیں، الرد علی الجہمیہ ، الرد علی المعتزلہ، درء تعارض العقل والنقل ،منہاج السنۃ ،تو یہ تمام کتب، اہل بدعت کے رد پر ہی لکھی گئی ہیں، اس سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اتحاد کی دعوت کا مطلب حق کی طرف بلانا، بدعت سے حذر کرنا، شرک سے بچنے کی تلقین کرنا اور فہم سلف پر کاربند رہنے کی طرف بلانا ہے، اتحاد کا مطلب الحاد کو قبول کرنا ہرگز نہیں ہے۔

ہمارے یہاں عجیب طرز کے نعرے لگائے جاتے ہیں، اجی دشمن یہ نہیں دیکھتا کہ کون سنی اور کون شیعہ ہے، وہ سب کو مارتا ہے۔

لیکن اس قسم کے نعرے لگانے والے بھول جاتے ہیں کہ اسلام نے قلت و کثرت کو کبھی معیار بنایا ہی نہیں ہے، مسلمان چاہے کم ہوں یا زیادہ ہوں، اگر صحیح اعمال وعقائد پر ہوں گے، انہیں تب ہی نصرت ملے گی، وگرنہ جتنی بھی کثرت میں ہوں سمندر کی جھاگ ہوں گے۔

دشمن کے دل میں رعب عقیدہ اور عمل کا ہوتا ہے، کثرت کا نہیں ہوتا، کثرت کو تو وہ بھیڑ بکریاں سمجھتے ہیں، جن کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔